پہچان نمبردس : جس گناہ پر دنیا میں حد یعنی سزا مقرر کی گئی ہو۔ وہ بھی بڑا گناہ ہے۔

البتہ یہ بات یاد رہے کہ حدود لاگو کرنے کا اختیار صرف اور صرف حاکم اور عدالت کو ہے کسی فرد یا جماعت کو قطعا اس کا اختیار حاصل نہیں ہے' اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ شریعت اور قانون دونوں کی نظر میں مجرم اور سزا کا مستحق ہے' صحیح بخاری ومسلم میں ہے سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر میں اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو دیکھ لوں تو اس کو اس وقت تک نہ چھیڑوں جب تک چار گواہ نہ لے آؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں' سعد نے فرمایا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں تو چار گواہ لانے سے پہلے ہی تلوار سے اس کا کام تمام کردوں گا' اس پر آپ نے فرمایا: تم لوگ اپنے سردار کی بات سنو وہ بہت ہی غیرت مند ہیں' اور میں ان سے بھی زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالی مجھ سے بھی زیادہ غیرت رکھنے والا ہے''۔

شریعت اسلامیہ میں لعان کا حکم بھی قتل سے بچانے کے لئے نازل ہوا' عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھ لے تو کیا وہ اسے قتل کردے پھر بدلے میں آپ لوگ اسے قتل کردیں گے' یا پھر اسے کیا کرنا چاہئے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں قرآن میں حکم نازل فرمادیا ہے' پھر آپ نے دونوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق لعان کریں چنانچہ دونوں نے لعان کیا۔ (بخاری ومسلم)

اسلام میں جن گناہوں پر حد ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱/ زنا :

اس جرم شنیع پر زنا کرنے والے کی حالت دیکھتے ہوئے دو طرح کی سزا رکھی گئی ہے۔

(۱) اگر کنوارے یعنی غیر شادی شدہ ہیں تو سو سو کوڑے اور ایک سال کے لئے شہر بدری بالخصوص مرد کے لئے۔

(۲) اور اگر شادی شدہ ہیں تو رجم یعنی پتھروں سے مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دینا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ النور:۲)

یعنی: ''(غیر شادی شدہ) زنا کار عورت ومرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ' ان پر اللہ کے دین میں مقرر حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہیں کھانا چاہئے اگر تمہیں اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے' اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے''۔

اس آیت میں ایسے لوگوں کا حکم بیان کیا گیا ہے' جو غیر شادی شدہ ہیں اور ان سے زنا سرزد ہو جائے' البتہ جو شادی شدہ ہیں اور ان سے زنا سرزد ہو جائے تو یہ آیت ایسے لوگوں کے بارے میں نہیں ہے' اس کی ایک واضح اور مضبوط ترین دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے شادی شدہ زانی کو رجم کیا' یہ سورۃ النور کی آیت ہے اور سورۃ النور حادثہ افک کے بعد نازل ہوئی' اور حادثہ افک غزوۃ مریسیع یا بنو مصطلق میں پیش آیا' اور غزوہ مریسیع یا بنو مصطلق سنہ ۵ھ یا سنہ ۶ ہجری میں پیش آیا' اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک شخص کو رجم کی سزا دی جس میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہ نفس نفیس شریک ہوئے جن کے اسلام لانے کا واقعہ بالاتفاق سنہ ۷ھ کا ہے' صحیح بخاری ومسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں (أتى رجل رسول الله ﷺ وهو في المسجد فناداه ' فقال : يارسول الله اني زنيت ' فأعرض عنه حتى ردد عليه أربع مرات' فلما شهد على نفسه أربع شهادات دعاه النبي ﷺ فقال :أ بک جنون ؟ قال : لا ' قال: أحصنت؟ قال نعم ' فقال النبي ﷺ اذهبوا به فارجموه) (بخاری ومسلم)

''ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ مسجد میں تشریف فرما تھے' اس نے آواز دی اور کہا اے اللہ کے رسول میں نے زنا کیا ہے' آپ نے اس سے اعراض فرمایا' یہاں تک کہ وہ چار مرتبہ یہی اقرار کرتا رہا' جب اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دے دی تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور پوچھا کیا تم مجنون تو نہیں ہو؟ اس نے کہا نہیں' پھر آپ نے پوچھا کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا ہاں' تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اسے لے جاؤ اور سنگسار کردو''۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث کی شرح میں شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس بات پر واضح دلیل قائم ہوچکی ہے کہ رجم کا واقعہ سورۃ النور کے نزول کے بعد بھی پیش آیا ہے' کیونکہ سورۃ النور واقعہ افک کے بارے میں نازل ہوئی ہے'اور واقعہ افک کب ہوا اس کے بارے میں اختلاف ہے سنہ ۴ھ'یا سنہ ۵ھ یا سنہ ۶ھ میں؟ جبکہ رجم کا واقعہ اس کے بعد پیش آیا'اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رجم کے واقعہ میں موجود تھے اور وہ سنہ ۷ ہجری میں اسلام لائے'اسی طرح عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی اس واقعہ کے راوی ہیں اور وہ سنہ ۹ھ میں اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ تشریف لائے تھے''۔(فتح الباری ۱۲/۱۲۰)

معلوم ہوا کہ شادی شدہ زانی کے لئے رجم کا حکم سورۃ النور کے نزول کے بعد بھی باقی تھا' منسوخ نہیں ہوا'اور قیامت تک باقی رہے گا' آپ ﷺ نے اس سورۃ کے نزول کے بعد بھی رجم کا حکم دیا'اس میں خوارج ومعتزلہ اور ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو اہل سنت میں شمار کرتے ہیں لیکن خوارج ومنکرین حدیث اور عقل پرستوں کی راہ کی اتباع کرتے ہیں واضح رد ہے جو عقل اور نفس پرستی کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ سورۃ النور کی سو کوڑے مارنے والی آیت نے رجم کو منسوخ کردیا ہے۔

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: لا یحل دم امرىء مسلم یشهد ان لا اله الا الله وانی رسول الله الا باحدی ثلاث : الثیب الزانی ،و النفس بالنفس ، و التارک لدینه المفارق للجماعة (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مسلمان جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اس کا خون بہانا حرام ہے۔مگر یہ کہ تین باتوں میں سے کسی ایک کی بنا پر (اس کا خون حاکم کے لئے بہانا جائز ہوجاتا ہے)؛شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنے والا ؛جان کے بدلے جان؛اور اپنے دین (اسلام) کو چھوڑنے والا جماعت سے علیحدہ ہوجانے والا''۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے'وہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے :**(خذوا عنی خذوا عنی قد جعل الله لهن سبیلا' البکر بالبکر جلد مائة ونفی سنة والثیب بالثیب جلد مائة والرجم)(مسلم)**

''تم لوگ مجھ سے یہ حکم لے لو'تم لوگ مجھ سے یہ حکم لے لو'اللہ نے زنا کرنے والی عورتوں کے لئے راستہ نکال دیا ہے' کنوارے مرد وعورت کے لئے سو سو کوڑے'اور ایک سال کے لئے جلاوطنی'اور شادی شدہ مرد وعورت کے لئے سو سو کوڑے اور رجم یعنی سنگساری کے ذریعہ ماردینا ہے''۔(صحیح مسلم)

آپ ﷺ نے شادی شدہ زانیوں کو رجم کی سزا دی'ماعز اسلمی اور غامدیہ رضی اللہ عنہما کو رجم کرنے کا حکم دیا'لیکن ان کو کوڑے نہیں لگائے'اس لئے کہ سو کوڑے کی سزا جو چھوٹی اور ہلکی ہے رجم جو بڑی سزا ہے اس میں مدغم ہوگئی'اب شادی شدہ زانیوں کے لئے صرف رجم ہے عہد رسالت' خلفائے راشدین' عہد صحابہ وتابعین حتی کہ بعد کے ادوار میں یہی سزا رہی اور ہر زمانہ میں علماء امت اسی بات کے قائل رہے اور آج تک قائل ہیں اور قائل رہیں گے کیونکہ یہی اللہ کی شریعت ہے' متواتر صحیح احادیث سے اس کا حکم ثابت شدہ ہے'علماء وفقہاء کا یہی موقف رہا ہے اور اسی پر صحابہ اور علماء اہل سنت سلف صالحین کا اجماع ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ شادی شدہ مرد ہو یا عورت اس پر رجم کے وجوب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہی موقف صحابہ کرام' تابعین اور ان کے بعد کے ہر دور کے تمام بڑے ائمہ اور مختلف اسلامی ملکوں کے تمام علماء کا رہا ہے اور ہمیں اس مسئلہ میں خوارج کے علاوہ کسی کا کوئی اختلاف معلوم نہیں۔

پھر مزید فرماتے ہیں: رجم کی سزا رسول اللہ ﷺ کے قول اور عمل دونوں کے ذریعہ ایسی متعدد احادیث سے ثابت ہے جو تواتر کے قریب پہنچتی ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہے۔(المغنی:۹/۳۹)

سب سے پہلے خوارج جو سب سے پہلے منکرین حدیث بھی ہیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کی راہ سے خروج کرتے ہوئے رجم کا انکار کیا'اور منکرین حدیث کا ٹولہ جو اہل قرآن کے نام سے کئی صدیوں بعد چودھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا وہ بھی اس کا منکر ہے'اب اس سزا کے انکار کرنے والوں میں ایک اور نیا نام جڑ گیا ہے وہ ہے فراہی وغامدی اور اس کا مغرب نواز ونفس پرست جتھا'اس نے بھی سلف صالحین کے راستہ کی پیروی چھوڑ کر خوارج ومعتزلہ اور منکرین حدیث کی راہ اپناتے ہوئے اس سزا کا انکار کردیا ہے'اور انکار کی اصل وجہ انکار حدیث پر ہے'اس لئے اہل بدعت اس سزا کا انکار کرتے ہیں' حالانکہ رجم کی آیت قرآن میں تھی'صرف اس کے الفاظ منسوخ ہوئے ہیں'اس کا حکم آج بھی باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا'اور اگر قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے وحی کی دوسری

قسم حدیث میں اس کا ذکر تواتر کے ساتھ موجود ہے' کسی چیز پر عمل کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا ذکر قرآن میں بھی ہو' بے شمار احکام ومسائل ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے جب کہ امت مسلمہ کا ان تمام مسائل پر ایمان وعمل ہے' قیامت سے قبل آسمان سے عیسی علیہ السلام کا نزول' مشرق کے بجائے مغرب سے سورج کا نکلنا' دجال کا خروج' مہدی علیہ السلام کا ظہور' دادی کی وراثت' زکاۃ الفطر' شفعہ اور عقیقہ کے مسائل' صلاۃ کی کیفیت وغیرہ وغیرہ' بے شمار مسائل ہیں' لہذا دین کے ہر مسئلہ کا ذکر قرآن میں ہونا ضروری نہیں ہے' وحی کی دوسری قسم سنت میں آجانا کافی ہے' بشرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو اور اس کا معنی ومطلب سلف صالحین کے فہم کے موافق ہو۔

قال عمر رضی اللہ عنہ :(ان اللہ بعث محمدا ﷺ بالحق و أنزل علیہ الکتاب و کان مما أنزل اللہ آیة الرجم ' فقرأناھا وعقلناھا ووعیناھا ' رجم رسول اللہ ﷺ ورجمنا بعدہ ' وأخشی اِن طال بالناس زمان أن یقول قائل : واللہ ما نجد آیة الرجم فی کتاب اللہ ' فیضلوا بترک فریضة أنزلھا اللہ ' والرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی اذا أحصن من الرجال والنساء اذا قامت البینة أو کان الحبل أو الإعتراف (بخاری ومسلم)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"بیشک اللہ عزوجل نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی' اللہ تعالی نے جو کچھ نازل فرمایا اس میں رجم کی آیت بھی شامل تھی' ہم نے اسے پڑھا سمجھا اور اچھی طرح یاد کیا رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا اور ہم نے بھی آپ کے بعد رجم کیا' مجھے اندیشہ ہے کہ جب لوگوں پر ایک طویل زمانہ گزر جائے گا تو کوئی یہ کہنے لگے گا کہ اللہ کی قسم ہمیں کتاب اللہ میں رجم کی آیت نہیں ملتی' اس طرح وہ اللہ کے ایک نازل کردہ فریضہ کو چھوڑنے کی وجہ سے گمراہ ہوجائیں گے' رجم کی سزا کتاب اللہ میں اس شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے ہے جو زنا کرے بشرطیکہ اس پر گواہی قائم ہوجائے' یا حمل ظاہر ہوجائے یا خود اعتراف کرلے"۔(بخاری ومسلم)

کیا یہ کافی نہیں ہے؟ سچائی یہ ہے کہ کوئی سچا مسلمان جس کے دل میں ایمان کا ادنی رمق بھی باقی ہے وہ اس کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔

۲/ دین اسلام سے مرتد ہوجانا:

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے دین اسلام کو چھوڑ دیا اور توبہ طلب کئے جانے کے بعد بھی کفر پر مصر رہا تو اسے قتل کردیا جائے گا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے :(**من بدل دینہ فاقتلوہ**)(صحیح بخاری)یعنی:"جو دین اسلام چھوڑ دے اسے قتل کردو"۔

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام نے مُرتدین سے معرکہ آرائی کی ان سے قتال کیا۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ(لا یحل دم امریء مسلم یشھد أن لا الہ الا اللہ وأنی رسول اللہ الا باحدی ثلاث : الثیب الزانی ،و النفس بالنفس ، و التارک لدینہ المفارق للجماعة) (متفق علیہ)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"مسلمان جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اس کا خون بہانا حرام ہے۔ مگر یہ کہ تین باتوں میں سے کسی ایک کی بنا پر (اس کا خون حاکم کے لئے بہانا جائز ہوجاتا ہے) شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کرنے والا ؛ جان کے بدلے جان ؛ اور اپنے دین اسلام کو چھوڑنے والا' مسلمانوں کی جماعت سے نکل جانے والا"۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

۳/ اللہ عزوجل کو' اس کے نبیوں کو گالی دینے والا' اسی طرح رسول ﷺ کی گستاخی کرنے والا سب کی سزا قتل ہے اس پر علماء سنت سلف صالحین کا اجماع ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُّهِيناً (57)وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَاناً وَإِثْماً مُّبِيناً (58)﴾[سورۃ الأحزاب]

یعنی:"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے نہایت رسوا کن عذاب ہے اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو بغیر کسی جرم کے ایذا دیں تو وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں"۔

امام ابن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے اللہ یا اس کے رسول محمد ﷺ کو گالی دی وہ کافر ہو گیا گرچہ وہ اللہ کی نازل کردہ شریعت کا اقرار کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں: اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ اگر کوئی مسلمان اللہ کو گالی دیتا ہے تو وہ کافر اور اس کا خون (حاکم کے لئے) حلال ہو جاتا ہے

شیخ الإسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اللہ یا اس کے رسولوں کو گالی دینا ظاہری و باطنی کفر ہے' خواہ گالی دینے والا اس کی حرمت کا عقیدہ رکھتا ہو یا اسے جائز سمجھتا ہو یا لاعلم ہو۔

سماحۃ الشیخ امام ابن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ دین یا اللہ تعالی کو گالی دینے یا برا کہنے کا کیا حکم ہے؟ اگر کسی نے دین کو گالی دی تو کیا وہ کافر و مرتد ہو گیا؟ اور پھر دین اسلام میں ایسے شخص کے لئے کون سی سزا مقرر ہے؟

آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: دین یا اللہ کو گالی دینا انتہائی قبیح قسم کا گناہ اور منکر ہے' دونوں نواقض اسلام اور اسباب ارتداد میں سے ہیں' اگر اللہ اور دین کو برا کہنے والا مسلمان ہے تو وہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے' اس سے توبہ کرائی جائے گی' اگر اس نے توبہ کیا تو ٹھیک ورنہ شرعی عدالت کے توسط اور حاکم کے حکم سے اسے قتل کر دیا جائے گا اور بعض اہل علم نے تو یہاں تک کہا ہے کہ توبہ کرائے بغیر اسے قتل کر دیا جائے گا' کیونکہ اس نے انتہائی قبیح اور بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے' لیکن راجح یہ ہے کہ اس سے توبہ کرائی جائے گی' شاید اللہ کی طرف سے اسے ہدایت مل جائے' اور حق کو لازم پکڑ لے' ایسے شخص کو بطور تعزیر کوڑے بھی لگانا چاہئے اور قید میں بھی ڈال دینا چاہئے تاکہ دوبارہ اس قسم کی جرأت نہ کرے' اسی طرح اگر کسی نے قرآن کریم یا نبی کریم محمد ﷺ کو یا آپ کے علاوہ کسی بھی نبی کو گالی دی تو اس سے بھی توبہ کرائی جائے گی اگر توبہ کیا تو ٹھیک ورنہ شرعی عدالت کے توسط اور حاکم کے حکم سے اسے قتل کر دیا جائے گا' کیونکہ دین' یا اللہ تعالی یا اس کے رسول کو گالی دینا نواقض اسلام میں سے ہے' اسی طرح اللہ کا مذاق یا اس کے رسول کا مذاق یا جنت وجہنم کا مذاق یا اللہ کے احکام جیسے صلاۃ وزکاۃ کا مذاق اڑانا بھی اسلام سے خارج کر دینے والی باتیں ہیں۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ (65) لاَ تَعْتَذِرُواْ قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُم (66)﴾ [سورۃ الأحزاب]

یعنی: ''آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں' تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے باوجود بے ایمان ہو گئے''۔ اللہ تعالی ہم سب کو اپنی عافیت میں رکھے آمین۔ (انتہی کلامہ رحمہ اللہ)

۴/ شراب نوشی:

علماء کا اتفاق ہے کہ شراب نوشی پر کوڑے ہیں صحیح مسلم میں ہے: (عن أنس رضی اللہ عنہ أن النبی ﷺ **جلد فی الخمر بالجرید والنعال**)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''نبی اکرم ﷺ نے شراب پینے پر لکڑی اور جوتوں سے مارا''۔ (صحیح مسلم)

البتہ کتنے کوڑے ہیں اس میں اختلاف ہے' علماء کا ایک قول ہے کہ ۸۰ کوڑے ہیں نہ کم نہ زیادہ۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اس نے شراب پی رکھی تھی تو آپ ﷺ نے دو کوڑوں سے چالیس کے قریب مارا' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں اسی پر عمل کیا' جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین منتخب ہوئے تو آپ نے مشورہ کیا' عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا سب سے کم سزا ۸۰ کوڑوں کی ہے' عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دے دیا''۔ (صحیح مسلم)

سعودی عرب کے **هيئة كبار العلماء** کا بھی یہی فتوی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ شراب نوشی کی سزا کم سے کم چالیس (۴۰) اور زیادہ سے زیادہ اسی (۸۰) کوڑے ہے اور یہ تعزیر کے قبیل سے ہے لہذا یہ حاکم وقت کی صوابدید پر ہے' اگر چالیس سے زیادہ میں اس کو مصلحت وضرورت نظر آتی ہے تو وہ اسی (۸۰) کوڑوں تک مار سکتا ہے۔ یہ شافعیہ' ابن حزم ظاہری' اور سلف کی ایک

جماعت کا قول ہے یہی امام ابن قدامہ، شیخ الاِ سلام ابن تیمیہ، امام ابن القیم، علامہ ابن عثیمین رحمہم اللہ کا موقف ہے کہ شرابی کو چالیس کوڑوں سے زیادہ مارنا یہ حاکم وقت کی صوابدید پر ہے۔(توضیح الأحکام فی شرح بلوغ المرام)

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے چالیس کوڑے مارے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے لگائے، اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسی (۸۰) کوڑے لگائے، دونوں سنت ہے البتہ یہ یعنی چالیس کوڑے مجھے زیادہ پسند ہے''۔(صحیح مسلم)

اور صحیح بخاری میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:''رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں، اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں جب کوئی شراب پینے والا ہمارے پاس لایا جاتا تو ہم اسے اپنے ہاتھوں، جوتوں اور چادروں سے مارتے تھے، پھر عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں آپ نے چالیس کوڑوں کی سزا مقرر کی، اور جب لوگوں نے اس جرم میں حد سے تجاوز کیا اور فسق وفجور کرنے لگے تو آپ نے سزا بڑھا کر اسی (۸۰) کوڑے کردی''۔

۵/ کسی پر زنا کی تہمت لگانا:

اللہ کا ارشاد ہے ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(سورۃ النور: ۴)

یعنی:''جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کرسکیں تو انہیں اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہ فاسق لوگ ہیں''۔

عن أبی هريرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال:(اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول الله وما هن قال الشرک بالله والسحر وقتل النفس التی حرم الله الا بالحق وأكل الربا وأكل مال اليتيم والتولی يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات)(متفق عليه)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک وبرباد کردینے والی چیزوں سے بچو! لوگوں نے کہا وہ کون سی چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا:''۱/ اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔۲/ جادو۔۳/ ناحق کسی کو قتل کرنا۔۴/سود کھانا۔۵/ یتیم کا مال کھانا۔۶/ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ جانا۔۷/ بھولی بھالی مومن پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا''۔(متفق علیہ)

یہی سزا مرد پر زنا کی تہمت لگانے میں بھی ہے یہاں عام اور غالب حالت کو سامنے رکھتے ہوئے عورتوں کا ذکر ہوا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ حکم یا یہ سزا صرف عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے تک ہی محدود ہے، اصولی قاعدہ ہے(ما خرج مخرج الغالب فلا مفهوم له) یعنی جو عام اور غالب حالت کو بیان کرنے کے لئے ہو اس سے یہ مفہوم نہیں لیا جائے گا کہ اس کے علاوہ صورت میں یہ حکم بدل جائے گا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ نے اس آیت میں عورتوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا کیونکہ وہ زیادہ اہم ہیں اور ان پر بدکاری کی تہمت لگانا زیادہ سنگین وقبیح اور نفس پر زیادہ گراں گزرتا ہے البتہ معنی کے اعتبار سے مردوں پر تہمت لگانا بھی اسی حکم میں داخل ہے اور اس پر اجماع ہے۔

ہاں اگر شوہر اپنی بیوی پر بدکاری کی تہمت لگاتا ہے اور چار گواہ نہ پیش کرسکے تو ایسی صورت میں دونوں میں لعان ہوگا پھر دونوں ہمیشہ کے لئے الگ ہوجائیں گے، اور اگر عورت اپنے شوہر پر زنا کی تہمت لگاتی ہے، اور گواہ نہ پیش کرسکے تو عورت پر حد قذف یعنی ۸۰ کوڑے کی حد نافذ کی جائے گی، ایسی صورت میں لعان نہیں ہوگا۔

۶/ اغلام بازی کرنے والا کنوارہ ہو یا شادی شدہ:

اغلام بازی یعنی مرد کے پائخانہ کے راستے سے شہوت پوری کرنا اس کی سزا قتل ہے، اس پر صحابہ کا اجماع ہے البتہ اس کے قتل کی کیفیت میں ان کے درمیان

اختلاف تھا۔

(۱) کچھ صحابہ قتل کے۔

(۲) تو کچھ رجم یعنی پتھروں سے مار مار کر ہلاک کرنے کے قائل تھے۔

(۳) کچھ صحابہ کی رائے یہ تھی کہ اسے پہاڑ کی بلندو بالا چوٹی سے نیچے پھینک دیا جائے پھر اس پر پتھر برسائے جائیں۔

(۴) بعض صحابہ کی رائے تھی کہ اس پر دیوار گرادی جائے یہاں تک کہ وہ ملبے کے نیچے دب کر مر جائے۔

(۵) بعض نے کہا اسے کسی انتہائی گندی اور تنگ جگہ میں قید کر دیا جائے جہاں وہ گھٹ گھٹ کر مر جائے۔

(۶) بعض صحابہ اس بات کے بھی قائل تھے کہ ایسے لوگوں کو زندہ جلا دیا جائے۔

دونوں اگر رضامندی سے اس فحش اور گھناونے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں تو دونوں کو قتل کر دیا جائے گا لیکن اس میں اگر کوئی مجبور ہے اور زبردستی اس سے یہ کام کرایا جارہا ہے تو وہ اس سزا سے مستثنی ہوگا' اسی طرح مفعول بہ اگر نابالغ بچہ ہے تو اس پر بھی سزا نافذ نہیں ہوگی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به**) (صحیح سنن ابی داؤد وصحیح سنن ترمذی)

''جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل (یہ عمل کرنے ولا) اور مفعول بہ (جس کے ساتھ یہ عمل کیا جارہا ہو) دونوں کو قتل کر دو''۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاں تک قوم لوط کے فعل کا تعلق ہے تو بعض علماء کا کہنا ہے کہ اس کی حد زنا کی حد کی طرح ہے' جبکہ بعض نے اس کے علاوہ سزا کا قول اختیار کیا ہے' لیکن صحیح اور راجح موقف جس پر صحابہ کرام کا اتفاق تھا وہ یہ ہے کہ اس فعل میں فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دیا جائے خواہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ''۔ پھر آگے فرماتے ہیں: صحابہ کرام کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں تھا کہ اس جرم کے مرتکب کی سزا قتل ہے البتہ قتل کرنے کے طریقے میں ان کے مختلف اقوال تھے''۔(السیاسۃ الشرعیۃ ص ۱۳۸)

۷/ اس شخص کو قتل کر دیا جائے گا جو مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہو:

عرفجہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: (**من أتاكم وأمركم جميع على رجل واحد يريد أن يشق عصاكم أويفرق جماعتكم فاقتلوه**) (صحیح مسلم)

''جو شخص تمہارے پاس اس حال میں آئے کہ تم سب ایک حاکم پر متحد ہو اور وہ تمہاری لاٹھی کو پھاڑنا چاہتا ہو یا تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہتا ہو تو اسے قتل کر دو''۔ (مسلم)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**اذابويع لخليفتين فاقتلوا الآخر منهما**) (صحیح مسلم)

''جب دو خلیفوں کی بیعت کر لی جائے تو ان دونوں میں سے دوسرے یعنی بعد والے کو قتل کر دو''۔(مسلم)

۸/ زمین میں فساد برپا کرنے اور رہزنی کرنے والوں کی سزا قتل ہے:

ارشاد باری تعالی ہے ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَاداً أَن يُقَتَّلُواْ أَوْ يُصَلَّبُواْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلافٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ الأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (المائدۃ:۳۳)

یعنی: ''جو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کر دئے جائیں یا سولی پر چڑھا دئے جائیں یا مخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دئے جائیں یا انہیں جلاوطن کر دیا جائے؛ یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور خواری؛ اور آخرت میں ان کے لئے بڑا بھاری عذاب ہے''۔

۹/ جادوگر کی سزا قتل ہے مرد ہو یا عورت:

عمر فاروق؛ عثمان غنیؓ حفصہؓ جندب بن عبداللہ؛ جندب بن کعب؛ قیس بن سعد رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے؛ محمد بن عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارہ سے روایت ہے کہ ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی اس لونڈی کو قتل کروادیا جس نے ان پر جادو کیا تھا حالانکہ وہ اسے مدبرہ (یعنی جسے مرنے کے بعد آزاد قرار دیا جائے) قرار دے چکی تھیں۔ (موطا امام مالک)

امام احمدؒ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ عمر بن عبدالعزیز رحم اللہ الجمیع کی یہی رائے ہے؛ ان کا کہنا ہے کہ وہ جادو کرنے کی وجہ سے کافر ہوگیا اس لئے اس کا وہی حکم ہے جو مرتد (یعنی دین اسلام کو چھوڑ دینے والے) کا حکم ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمر بن خطاب ان کی صاحبزادی حفصہ اور جندب الخیر الأزدی رضی اللہ عنہم ان تینوں صحابہ کرام سے یہ ثابت ہے کہ جادوگر کو توبہ کا موقعہ دیئے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: خلاصہ اور راجح یہی ہے کہ جادوگر مرد ہو یا عورت جب جادو ثابت ہو جائے تو مذکور صحابہ کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے دونوں کو توبہ کی مہلت دیئے بغیر قتل کر دیا جائے تا کہ ان کے شر اور فساد کی جڑ ہی کٹ جائے۔

۱۰/ چوری پر ہاتھ کاٹنا:

اللہ کا ارشاد ہے﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاء بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّهِ وَاللّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴾(المائدة:۳۸)

یعنی: ”چوری کرنے والے مرد اور عورت ان دونوں نے جو جرم کیا ہے اس کے بدلہ میں ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو اللہ کی طرف سے یہ عبرتناک سزا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے“۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (**لا تقطع يد سارق الا فى ربع دينار فصاعدا**) (**متفق عليه و اللفظ لمسلم**)

و لفظ البخارى (تقطع يد سارق فى ربع دينار فصاعدا)

”چور کا ہاتھ اس وقت تک نہیں کاٹا جائے گا جب تک چرایا ہوا مال ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ نہ ہو“۔ (بخاری ومسلم؛ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں: ”چور کا ہاتھ ایک چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ پر کاٹا جائے گا“۔

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ایک چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹو اور اس سے کم مال کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹو“۔

اللہ نے چوری کی حد اور اس کی سزا بیان کی نصاب نہیں بیان کیا؛ نبی اکرم ﷺ نے اس کا نصاب بھی بیان کیا اور حد بھی بیان کیا؛ نصاب ربع دینار ہے یعنی چوتھائی دینار؛ اس کا وزن موجود زمانہ کے مطابق ایک گرام سونے سے تھوڑا زیادہ ہوگا؛ اور حد کلائی سے ہاتھ کاٹنا ہے اگر کوئی اس کے برابر یا اس سے زیادہ خفیہ طریقہ سے کوئی مال چوری کرتا ہے اور چوری کرنے والا عاقل بالغ ہے اس سے زبردستی چوری نہیں کرائی جارہی ہے اور مال بھی محفوظ جگہ ہے اور چوری ثابت ہو جاتی ہے تو چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹ دیا جائے گا۔ ظاہر ہے حدنافذ کرنے کا اختیار صرف اور صرف عدالت اور حاکم وقت کو ہے کسی فرد یا جماعت یا تنظیم کو قطعا یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ حدنافذ کرے۔ بلکہ یہ بذات خود ایک سنگین جرم ہے۔

محترم قارئین کرام! اسلام میں حدود نافذ کرنے کا مقصد صرف سزا دینا نہیں ہے بلکہ:

لوگوں کے مال وجان اور ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنا؛

معاشرے میں امن وامان قائم کرنا؛

جرائم کی روک تھام کرنا؛

لوگوں کو ظلم اور خیانت سے بچانا؛

مجرموں کی اصلاح وتربیت کرنا؛

بندوں کواللہ کی معصیت سے روکنا؛

اللہ کے دین کی عظمت لوگوں کے دلوں میں قائم کرنا؛

گناہوں سے پاک وصاف کرنا؛

لوگوں میں اچھے اخلاق پیدا کرنا؛

اورعدل وانصاف قائم کرنا ہے۔

اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

ایک ضروری وعلمی وضاحت! عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قتل میں بھی حد ہے جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ قتل میں حد نہیں قصاص ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے جرم کے برابر قصاص لینا۔یعنی خون کے بدلے خون، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، قصاص:قتل یا جسمانی اضرار ونقصان کے بدلے مشروع کیا گیا ہے، چونکہ قصاص میں بندوں کا حق غالب ہوتا ہے، اسی لئے مقتول کے ورثاء کو تین اختیارات حاصل ہوتے ہیں، قصاص، دیت، یا بلا معاوضہ معاف کردیں، اور حد کا مطلب وہ سزا ہے جو اللہ نے بعض مخصوص جرائم پر مقرر فرمائی ہے اس میں اللہ کا حق غالب ہوتا ہے اسی لئے حدود میں معافی نہیں ہے، معاملہ عدالت تک پہونچ گیا اور جرم ثابت ہوگیا تو اس میں معاف کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہوتا، اس میں حد نافذ ہوتی ہے، بلاشبہ ناحق قتل بہت بڑا گناہ اور سنگین جرم ہے اس پر جہنم کی سخت وعید ہے ایک ناحق قتل پوری انسانیت کے قتل کے مرادف ہے البتہ اس میں حد نہیں بلکہ قصاص ہے، اسی لئے قتل کو یہاں نہیں بیان کیا گیا، الا یہ کہ محاربہ یعنی ڈکیتی اور زمین میں فساد پھیلانے کے قبیل سے ہو تو اس میں حد ہے جیسا کہ اس مضمون میں رہزنی وڈکیتی اور زمین میں فساد پھیلانے کے جرم کو بیان کیا گیا ہے۔اللہ ہمیں دین کی صحیح سمجھ دے آمین۔

۱۸/صفر ۱۴۴۸ھ موافق یکم/ اگست ۲۰۲۶ن

جبیل دعوہ سنٹر۔مملکت سعودی عرب

ملاحظہ: بڑے گناہوں کی دیگر علامات جاننے کے لئے اس سے متعلق راقم کے دوسرے مضامین اور مقالات کا مطالعہ مفید ہوگا! جزاکم اللہ خیرا۔